AL-ILM Journal

Volume 5, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title	Takreem e Insaniyat Our Quran ka Dawati Manhaj, Taleemat e Anbiya ki Roshni Main
Author (s):	Dr. Fozia Naeem Qaiser
Received on:	10 September, 2021
Accepted on:	17 September, 2021
Published on:	10 October, 2021, 2021
Citation:	English Names of Authors, “Takreem e Insaniyat Our Quran ka Dawati Manhaj, Taleemat e Anbiya ki Roshni Main”, AL-ILM 5 no 2 (2021): 40-57
Publisher:	Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

تکریم انسانیت اور قرآن کا دعوتی منہج تعلیمات انبیاء کی روشنی میں

ڈاکٹر فوزیہ فیاض*

نعیم قیصر**

ABSTRACT

Qurān is the last scripture of Allah Almighty and a massage for whole mankind till the day of hereafter. This massage is sign of peace for all the societies and religions as well as source of salvation for the Muslims. Today,human beings are divided in sects and differences overlapped the dignity of man. Due to inequality man has became lower creation. Cios, discrimination and religious abhorrence crushed the peace of societies. Blood shedding is going on in the name of religion. As if the world reversed to the age of stone.It is worth noticing that in past, Qurānic teachings has great influenced on societies and protected the human constancy so there will be great need in future. In Qurān , Prophets of Allah Allmighty have played a vital role to create social harmony and With the help of .lenience among the followers the different religions efforts which have done by Prophets social stability and peace will be possible and social integration achieved by them. In the Holy Qurān, Many indications of social harmony and lenience are found in Qurān .The question is how much Quānic massage would be helpful to create peace and integrity in multi religion society. This research paper reviews the efforts of Prophets of God and their impact on the people in effective way.

Key Words: Qurānic Massage, social harmony, Prophitic mission,Peace,Reverence

سابقہ لٹریچر کا جائزہ

قرآن پاک میں انبیائے کرام کی تبلیغی مساعی کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جب کہ احادیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے گاہے بگاہے انبیائے کرام کی تکالیف و مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ کرام کو تبلیغ کی راہ میں پیش آئندہ چیلنجز سے نمٹنے کی راہ بتلائی۔ اہل علم حضرات نے اپنی اپنی تصانیف میں اس ہمہ گیر موضوع پر گراں قدر کام کیا ہے جن میں امام ابن تیمیہ کی "الامر بالمعروف والنھی عن المنکر" (عربی)، سید ابوالحسن ندوی کی "تاریخ دعوت و عزیمت"، سید ابوالاعلیٰ مودودی کی "دعوت دین کی ذمہ داری، عبد الکریم زیدان کی "اصول دعوة" (عربی)، محمد سرور بن نایف ذین العابدین کی "دعوت الی اللہ اور انبیائے کرام کا منہج"، مولانا امین احسن اصلاحی کی "دعوت دین کی اہمیت اور تقاضے"، ربیع ہادی المدخلی کی "انبیاء کا اسلوب"، عبد الہادی عبد الخالق کی "اصول دعوت"، وحید الدین خان کی "دعوت اسلام: دعوتی اور تعارفی مضامین"، محمد قطب کی "دعوت کا منہج کیا ہو"، ڈاکٹر حمید اللہ کی "دعوت و ارشاد" شامل ہیں ان تمام کتب میں دعوت کا مفہوم، تقاضے، سیرت رسول ﷺ میں دعوت کا طریق و اسلوب، داعی کی صفات۔

*اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، پاکستان

**لیکچرار اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، پاکستان

ممتاز شخصیات و تحریکات کے مساعی تبلیغ اور علماء وفضلاء، واعظین و مبلغین کے لیے دعوت دین کے رہنما اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اس تحقیقی مقالے میں قرآن میں موجود انبیائے کرام کے طریق واسلوب کو بیان کرتے ہوئے دور حاضر میں اس کی اہمیت اور اسے مؤثر بنانے کے حوالے سے مفکرین اسلام کے دلائل پیش کیے جائیں گے۔

تمہید

قرآن مجید تا قیامت انسانیت کے لیے کامل ترین اسوہ حیات ہے جس کی ربانی تعلیمات ہر دور، مذہب، فرد و معاشرے کے لیے نہ صرف امن کی پیامبر ہیں بلکہ اخروی نجات کی ضامن بھی ہیں۔ آج انسانیت فرقہ پرستی میں بٹ کر اپنا وقار کھو بیٹھی ہے۔ رنگ و نسل، مذہب وملت کے امتیازات نے اشرف المخلوقات کو اسفل المخلوقات بنا دیا ہے۔ تفرقہ بازی نے معاشرے کو بدامنی اور فساد میں مبتلا کر کے عالمگیر امن کو تباہ کر چھوڑا ہے۔ مذہبی اور نسلی امتیازات کی وجہ سے انسانوں کا قتل عام کیا جارہا ہے۔ گویا کہ زمانہ جاہلیت نے پھر کروٹ لے لی ہے لہذا جس طرح ماضی میں قرآن پاک کی روشن اور تابناک تعلیمات انسانیت کی بقاء کی ضامن بنیں تو حال اور مستقبل بھی اسی روشن کتاب کی تعلیمات کی پیروی کا محتاج رہے گا۔ انبیاء کرام نے اپنے سیرت و کردار کے ذریعے انسان کو نسلی و مذہبی تفاخرات کے اندھیروں سے نکال کر نہ صرف انسانیت کو معراج بخشی بلکہ معاشرے کو امن واستحکام کی بنیادوں کو بھی استوار کیا۔ اور یوں مختلف مذاہب اور مسالک کے پیروکاروں کے لیے معاشرتی اور وطنی وحدت کا حصول ممکن ہوا۔ اس آخری آسمانی کتاب میں جابجا مختلف مذاہب کے ساتھ رواداری اور ہم آہنگی کے شواہد ملتے ہیں جنھیں اس تحقیقی مقالے میں پیش کیا جائے گا۔

اس عالم رنگ وبو میں یوں تو کروڑوں اصحاب کمال گذرے ہیں اور چشم فلک نے بڑے بڑے ناموروں کی قیادت و سیادت کا نظارہ کیا ہے۔ بڑے بڑے دانشور، حکماء، فلسفی، بادشاہوں اور سپہ سالاروں کے کارناموں کا مشاہدہ کیا ہے۔ شان وشکوہ کے قصر زرنگار اور زروجواہر کے انبار کے مالک دولت مندوں کو دیکھا ہے مگر ان صاحب کمال لوگوں نے انسانیت کی سعادت کے لیے کچھ نہیں کیا۔ ان لوگوں میں کوئی بھی طبقہ ایسا نہ تھا جسکی زندگی کو انسانیت کے لئے اسوہ قرار دیا جاسکے۔ سکندر، سیزر، دارا، نپولین، سقراط، بقراط، نمرود، فرعون ہو یا ابو جہل ان فاتحین عالم نے اپنی حربی طاقت اور لشکر ہائے جرار سے دنیا میں تہلکے تو مچا دیے مگر انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ نہ کرسکے۔ فلاسفروں اور دانشوروں نے محیر العقول فلسفے تو پیش کیے مگر انسان کی رشد وہدایت کے لیے کوئی قابل عمل نقشہ نہ پیش کرسکے۔ سائنس دانوں نے حیرت انگیز ایجادات تو کیں مگر وہ ایجادات بھی انسان کو مادی ترقی کی آڑ میں تباہی اور بربادی کی طرف لے گئیں۔ مگر اس عالم فانی میں ایک طبقہ ایسا تھا جن کی زندگیاں انسانیت کے لیے اسوہ بھی تھیں اور ذریعہ نجات بھی اور وہ تھے انبیائے کرام کے نفوس قدسیہ جو خالق کائنات کے ہدایت

یافتہ تھے جنھوں نے جہالت اور حیوانیت میں گری انسانیت کو مجد و شرف سے نوازا۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سا اسلوب تبلیغ تھا جس نے پیغام قرآن کو لوگوں کے دلوں میں ایسا نقش کیا کہ مختلف مذاہب، مسالک ورنگ و نسل کے حاملین بس ایک "رشتہ انسانیت" میں پرو دیے گئے۔ قرآن کے اس ابلاغیاتی اسلوب پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تاکہ اس حقیقت کا ادراک ہو سکے کہ دور حاضر میں بڑھتی ہوئی مذہبی منافرت کو ختم کرنے میں انبیائے کرام کی تعلیمات کس حد تک معاون و مددگار ہو سکتی ہیں۔

رواداری کا لغوی معنیٰ "کسی بات کو جائز رکھنا / رعایت کرنا" کے ہیں۔[1] جبکہ رواداری کا لفظ معاشرتی اعتبار سے تحمل اور برداشت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ انگریزی میں "Tolerance" اس کا ہم معنیٰ ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اس کی تعریف یوں آئی ہے:

"Intellectuall and Practical acknowledgment of the rights of others to live in accordance with religious beliefs that are not accepted as ones own."[2]

قرآن پاک میں رواداری کی اہمیت

قرآن کا مخاطب چونکہ انسان ہے اور انسان اجتماعیت پسند ہے لہذا انسانی معاشرے میں ایک پر دوسرے کے حقوق لازم ہوتے ہیں ان حقوق کی ادائیگی معاشرتی اعتبار سے اجتماعی وحدت میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

1۔ غور و فکر انسان کا بنیادی حق ہے اور انسانی تدبر کے انداز اور اسکے نتائج کبھی یکساں نہیں ہوتے اس لیے دوسروں کی رائے کو سلب کرتے ہوئے اپنے نظریات دوسروں پر زبردستی ٹھونسنا اور دوسروں کی رائے پر قدغن لگانا مذموم بھی ہے اور معاشرتی امن کا دشمن بھی ہے۔

2۔ اجتماعیت کی بقا اور سالمیت کا دارومدار آزادی اظہار رائے پر ہے۔ اس لئے مختلف مذاہب کے مابین وحدت قومی، رواداری اور برداشت کا ماحول بہت ضروری ہے اس لئے ایک دوسرے کے نظریات کا احترام کرنا اور اپنے افکار کو دوسروں پر مسلط نہ کرنا لازمی ہے تاکہ معاشرے میں موجود امن دشمن عناصر مذہب کی آڑ میں معاشرے کے سکون کو خراب نہ کر سکیں۔[3]

3۔ قرآن بین المذاہب رواداری کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ جو انبیائے کرام کے ذریعے پوری انسانیت کو راہ نجات دکھاتا ہے۔ یہ ہر فرد کو فکر و نظر کی آزادی کی نوید سناتا ہے۔ اور معاشرے سے ہر طرح کے نفسیاتی، جسمانی، اقتصادی اور مذہبی جبر کا خاتمہ کرتا ہے۔ قرآن میں ہر انسان کو حق خود ارادی دیا گیا ہے یہ ہر فرد کے حقوق کا سب سے بڑا محافظ ہے۔ ﴿لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾[4] "دین میں کوئی زبردستی نہیں۔"

ممتاز سکالر انیس احمد جعفری لکھتے ہیں: "قرآن حکیم کا جتنا غائر مطالعہ کیا جائے اتنا ہی یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اسلام صرف افہام و تفہیم کا قائل ہے وہ دل جیتنا جانتا ہے سر اور زبان نہیں۔"[5]

اس مقالے میں تکریم انسانیت کے سلسلے میں قرآن کا تبلیغی اسلوب اور انبیائے کرام کو دعوتی طریقہ کار کو موضوع بحث بنایا گیا ہے قرآن مجید کے تبلیغی اسلوب کے ضمن میں انبیائے کرام کی روشن تعلیمات کے اہم نکات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

قرآن مجید کے تبلیغی اسلوب کے نمایاں خدوخال:

قرآن کی دعوت انسانیت کے لیے ہے: قرآن کی تعلیمات چونکہ آفاقی اور عالمگیر ہیں جو کسی خاص مذہب، قوم اور گروہ نہیں بلکہ تمام انسانیت کی بھلائی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو تکریم سے نوازا ہے[6] اور اسی لیے اپنے پیغام کو ہر ایک انسان تک یکساں پہنچانا چاہتا ہے خواہ اس کا تعلق کسی قوم، مذہب اور معاشرے سے ہو۔ دعوت کا حسن اور خوبی ہی یہ ہے کہ اس کے سامعین تک بغیر کسی امتیاز کے من و عن احسن انداز میں پیغام پہنچ جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ﴾[7] "اور اس سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہے جو اللہ کی طرف بلائے۔" دیگر کتب سماویہ کا تبلیغی اسلوب قدرے خشک ہے کیونکہ وہ زیادہ تر نصوص و احکام پر مشتمل ہیں۔[8] جب کہ قرآن پاک میں دیگر اقوام کے لیے انبیائے کرام کی تبلیغی جدوجہد کو ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن کا پیغام ہر انسان کی فطری ضرورت ہے دعوت قرآن کا کمال اور حسن یہ ہے کہ انسانی تفریق اور عدم مساوات کے بغیر سب کے لئے یکساں ہو۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ﴾[9] "اور نہ دور کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام اس کی رضا چاہتے ہوئے۔"

ابن منذر نے عکرمہ سے روایت کیا کہ جب کفار (عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، مطعم بن عدی، حارث بن نوفل عبد مناف کے شرفاء) نے ابو طالب سے کہا کہ اگر تمہارا بھتیجا غلاموں اور غریبوں کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دے کیونکہ ان کی کی موجودگی میں ہمیں اس کے تابع ہونے میں عار محسوس ہوتی ہے۔ تب یہ آیات اتریں۔[10] ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حسب و نسب اور مال و دولت کے بناء پر امتیاز و تفریق کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے دعوت دین پر سب کا یکساں حق قرار دیا ہے۔

دعوت قرآن اور آزادی اظہار رائے

بین المذاہب رواداری اور برداشت پیدا کرنے کے لیے قرآن پاک میں ہر انسان خواہ اس کا تعلق کسی بھی مسلک، مذہب اور قوم سے ہو کو اپنی رائے کے اظہار اور اپنے افکار و عقیدہ پر قائم رہنے کی مکمل آزادی دی ہے کیونکہ انسان کی اصل کرامت یہ ہے کہ اسے اپنے مذہب کے اختیار میں آزادی دی جائے اور اسے کسی بھی مذہب کے رد و قبول میں مجبور نہ کیا جائے[11] البتہ دلائل قویہ سے راہ راست کی دعوت لازم ہے اور یہی اسلام کا پیغام ہے۔ یہاں تک کہ معبود واحد کی عبودیت پر جابجا دلائل دئے گئے ہیں مگر پھر بھی تبلیغ دین کے سلسلے میں ہر طرح کے جبر کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اس سے بڑھ کر اور بین المذاہب رواداری کی مثال اور کیا ہو گی کہ باطل پرستوں کی عبادت گاہوں کا بھی احترام کیا گیا بلکہ باطل معبودوں کو برا بھلا کہنے سے بھی روکا گیا۔ ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ کے ضمن میں ابن جریر نے سعید کے واسطے سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت تب اتری جب انصار میں سے حسین نامی سالم بن عوف کی اولاد کے بارے میں اتری ان کے دو لڑکے نصرانی تھے اور وہ خود مسلمان تھے انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا میں انہیں اسلام لانے پر مجبور کروں[12] تو رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔ حضرت عمر فاروق کے عہد میں فتوحات کی کثرت ہوئی مگر کسی غیر مسلموں کے معبد خانے مسمار نہ کیے گئے۔ یونہی حضرت سعد بن وقاص نے جب چودہ ہجری میں مدائن فتح کیا تو وہاں کے شاہی محل قصر ابیض میں پہلے جمع کا خطبہ دیا مگر اہل مدین کے معبودان باطلہ کے مجسمے و تصاویر کو ضائع نہ کیا۔[13]

قرآن کا اسلوب دعوت منطقی ہے

اسلام کا دعوتی انداز سب سے بہتر، مؤثر اور انسانی عقل کے مطابق اور منطقی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں مشرکین و کفار کے باطل معبودوں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع کیا گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے وہ نہ صرف اسلام کی دعوت سے متنفر ہونگے بلکہ جواباً معبود برحق کو بھی سب و شتم کریں گے۔ ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[14] "اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے۔ زیادتی اور جہالت سے۔"

کفار و مشرکین کے باطل معبودوں کو برا کہنے کے بعد قرآن انہیں انتہائی مؤثر انداز میں دعوت فکر دیتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو بت پرستی سے روکتے ہوئے دعوت فکر دیتے ہیں: ﴿اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ﴾[15] "پھر تم اللہ کو چھوڑ کر کیوں ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں کچھ فائدہ دے سکیں اور نقصان پہنچا سکیں؟"

قرآن کے دعوتی منہج کا کمال مواعظت حسنہ ہے

قرآن حکیم کی عالمگیر دعوت کا نمایاں اسلوب حکمت اور مواعظ حسنہ ہے کیونکہ تمام خلائق سے اعلیٰ و اکمل اخلاق رکھنے والے نفوس قدسیہ انبیائے کرام کو بھی تبلیغ میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اور یہ انبیائے کرام ہی تھے جن کی پاکیزہ تعلیمات اور تربیتی اسلوب سے انسانیت کو تکریم ملی، عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی خیالات فاسدہ کا خاتمہ ہوا اور معاشرے امن و سکون کا گہوارہ بن گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾[16] "بلاؤ اپنے رب کے راستے پر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ بحث کرو ان سے اس طریقے پر جو احسن ہے۔"

الحکمۃ کے لغوی معنیٰ انصاف، علم، بردباری، حق کے موافق گفتگو کرنا کے ہیں[17] اور **موعظۃ** کے لغوی معنیٰ وعظ و نصیحت کرنا[18] کسی کام کی ترغیب کے لئے اچھے اجر کی مثال دینا، سزا و عذاب سے ڈرانا موعظت حسنہ کہلاتا ہے اس اعتبار سے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو اور وہ حکمت سے مرکب ہے۔ راغب اصفہانی کے مطابق علم و عقل سے حق اور صواب کو حاصل کرنا حکمت ہے۔ جبکہ میر سید شریف حکمت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

۱۔ قوت عقلیہ جو افراط و تفریط کے درمیان ہو۔
۲۔ انسان کا حسب طاقت نفس الامر میں حق اور صدق کو حاصل کرنا۔
۳۔ ہر وہ کلام جو حق کے موافق ہو۔
۴۔ ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھنا۔
۵۔ جس چیز کا انجام اچھا ہو۔[19]

تفسیر روح البیان میں ہے: الحکمۃ سے مراد ایسا کلام مفید ہے جو عقائد حقیہ پر مشتمل ہو اور الموعظۃ الحسنۃ یعنی مفید دلائل اور نافع حکایات پر مبنی ایسا وعظ جو لوگوں کے دلوں پر اثر کرے اور انہیں ثواب و عقاب کی یاد دہانی کروائے اور مجادلہ سے مراد نرمی اور موافقت سے امثال و تنبیہ کی مدد سے ایسی بحث جس سے حق واضح ہو جائے۔[20]

ابن کثیر نے لکھا کہ "اللہ تعالیٰ نے رسول کو حکم دیا کہ لوگوں کو حکمت کے ساتھ بلائیں ابن جریر کے مطابق اس سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہے۔ اور الموعظۃ الحسنۃ سے مراد ایسا طریق خطاب جس میں زواجر و

تنبیہات اور واقعات کے ذریعے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانا ہے جدال سے مراد احسن طریقے سے نرمی اور رخاوت کیساتھ بحث کرنا کے ہیں۔"[21]

تکریم انسانیت کے سلسلے میں قرآن مجید کے تبلیغی اسلوب میں انبیائے کرام کی کاوش اور ان کے سیر مبارکہ سے جو تاثیر پیدا ہوئی وہ نہ صرف قلوب و اذہان میں بلکہ ادیان واقوام میں بھی انقلاب پیدا کر گئی۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس دعوت کے قبول کی فطری صلاحیت اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت سے جس کے لیے چاہتا ہے پیدا فرما دیتا ہے اور اسی لیے داعین کو ہدایت دینے پر مکلف نہیں کیا گیا بلکہ مؤثر انداز میں تبلیغ پر اجر کا وعدہ کیا گیا۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر حق کو پہچاننے کی فطری صلاحیت رکھی ہے اب یہ انسان کا ارادہ اور اختیار ہے کہ وہ حق کو قبول کرے یا نہ کرے۔

قبول دعوت کی فطری صلاحیت

انسان پر کسی چیز کے اثر انداز ہونے کے لیے صرف یہ کافی نہیں کہ وہ چیز بجائے خود مؤثر ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کے اندر اثر پذیری کی صلاحیت بھی موجود ہو۔ سورج لاکھ چمکے مگر اندھے کے لیے اس کی روشنی کی کوئی اہمیت نہیں چمن میں ہزار بلبل چہکے بہرہ اس سے مستفید نہیں ہو سکتا یونہی قرآن کی دعوت مثل نور ہے اسکا بصیرت ہونا، سرچشمہ ہدایت ہونا اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اگر انسان قبول دعوت کی صلاحیت کو ہی بروئے کار نہ لائے تو قرآن کیا کرے گا اور انبیائے کرام کی کاوش کیا اثر دکھائے گی۔[22] اسی لئے ارشاد ہوا: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ﴾[23] "بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو ڈرے۔"

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾[24] "بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جس کا دل ہو اور وہ حاضر دماغ بن کر کان دھرے۔"

امام رازی لکھتے ہیں جس دل میں حق کو پہچاننے کی صلاحیت نہ ہو گویا وہ دل دل ہی نہیں ایسے شخص کو قرآن میں بہرا، گونگا اور اندھا کہا گیا اور ایک جگہ چوپائیوں سے بدتر کہا گیا[25]

تکریم انسانیت اور انبیائے کرام کی تبلیغی جدوجہد

دعوت و تبلیغ کے ذریعے انبیائے کرام کا تکریم انسانیت کو فروغ

اللہ تعالیٰ نے تبلیغ قرآن جیسے عظیم الشان منصب کی ادائیگی کے لیے کامل ترین نفوس کو چنا اور اس منصب کو ان کے حق میں جہاد قرار دیا جو انسانیت کی تکریم اور شرف کی علامت بھی تھا کیونکہ بعثت رسل کا منشاء و مقصد بھی

یہی تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ ۚ﴾[26] ”ہم رسولوں کو صرف اسلئے بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبری دیں اور متنبہ کریں۔“

قرآن پاک نے لوگوں کے دل و دماغ کو اپیل کرنے کے جتنے مؤثر طریقے تھے وہ سب اختیار کیے اور بہترین طریقے سے انہیں پیش کیا۔ انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد لوگوں کو یوم حساب سے پہلے فرمانبرداری کے اچھے اور نافرمانی کے برے انجام سے خبردار کرنا تھا۔[27] اسی طرح تبلیغ انبیاء کو جہاد قرار دیتے ہوئے فرمایا:﴿وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا كَبِيۡرًا﴾[28] ”اور اس (قرآن) سے ان پر جہاد کر بڑا جہاد۔“ یہ آیت مکی ہے جبکہ ابھی کفار کے ساتھ قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے اس میں ”بہ“ کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی قرآن کے ذریعے مخالفین اسلام سے جہاد کرو بڑا جہاد۔ قرآن کے ذریعے اس جہاد کا حاصل اس کے احکام کی تبلیغ اور خلق خدا کو اس کی طرف توجہ دلانے کی ہر کوشش کرنا ہے چاہے وہ زبان سے ہو یا قلم سے یا دوسرے طریقوں سے۔[29] انبیائے کرام نے اپنی دعوت میں مخالفین کی طرف سے کی جانے والی مزاحمت اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ کیونکہ اگر داعی بردباری اور صبر کا مظاہرہ نہ کرے تو دعوت اصلاح کے بجائے فساد کا مظہر ہو جاتی ہے۔[30]

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوتی اسلوب

قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعے میں تبلیغ کے سلسلے میں حکمت آموز اشارے ملتے ہیں جن کے ذریعے انہوں نے انتہائی ذکاوت و متانت سے خدائے واحد کی ربوبیت اور عبودیت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ پہلے ان کا ملکہ بلقیس کے سامنے خدا واحد کا انتہائی شان سے تعارف کروانا۔ انہوں نے ملکہ کو خط لکھتے ہوئے فرمایا:﴿اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾[31] ”بے شک یہ سلیمان کی طرف سے ہے اللہ کے نام سے جو مہربان ورحیم ہے۔“

جب ملکہ بلقیس نے اپنی امارت کے ذریعے سلیمان علیہ السلام کو آزمانا چاہا تو آپ علیہ السلام نے انتہائی جراءت اور بے نیازی کے ساتھ نہ صرف اسکے قیمتی تحائف کو ٹھکرا دیا بلکہ بڑی متانت اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے آئندہ درپیش خطرے کی دھمکی بھی دے دی۔ فرمایا:﴿اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ﴾[32] ”مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔“

ابن کثیر بواسطہ حضرت بریدہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کے نام خط لکھا اور بڑے اختصار اور بلاغت سے ملکہ بلقیس کو جھوٹے معبودوں کی پرستش سے روکا؛ میرے سامنے سرکشی و مخالفت نہ کرو اور مخلص و موحد بن کر میرے پاس چلی آؤ، بلکہ اسے اور اس کے درباریوں کو

دعوت دین بھی دے دی۔[33] آپ علیہ السلام کی دعوت پر ملکہ جب آپ کے محل میں آئی تو کمال اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ نے اس کی مہمان نوازی فرما کر احسن انداز میں دعوت دین کی مثال قائم کی۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی تبلیغی حکمتیں

حضرت ذوالقرنین ایک خدا پرست اور عادل فرمانروا تھے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ نبی تھے یا نہیں ان کی مثال یہاں دی جا رہی ہے کیونکہ بین المذاہب رواداری اور انسانی ہمدردی کی جو مثال انکے حوالے سے قرآن میں آئی ہے وہ لاجواب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد ایرانی فرمانروا خورس مراد ہے۔ جس کا عروج 549 ق م ہے۔ اس نے الجبال اور ایشیائے کوچک کی سلطنتوں کو مسخر کیا۔ اس کی فتوحات سندھ اور ترکستان سے لے کر ایک طرف مصر اور لیبیا اور دوسری طرف تھریس اور مقدونیہ شمال میں اس کی مفقاز اور خوارزم تک پھیل گیا۔

قرآن پاک میں ذوالقرنین کی مہمات کا ذکر آتا ہے۔ کہ جب وہ بحکم الٰہی بحر خزر اور بحر اسود کے درمیان بسنے والی وحشی قوم کی طرف گئے جو کہ غیر مسلم قوم بھی تھی۔ جب انہوں نے حضرت ذوالقرنین سے درخواست کی کہ یاجوج ماجوج انہیں بہت پریشان کرتے اور اذیت دیتے ہیں لہذا ان کی مدد کی جائے اگرچہ مدد کے عوض کوئی ٹیکس ہی کیوں نہ مقرر کیا جائے۔ اس کے جواب میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا:﴿قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ﴾[34] "ذوالقرنین نے کہا کہ خرچ کا جو مقدور خدا نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے۔ تم مجھے قوت (بازو) سے مدد دو۔"

حضرت ذوالقرنین نے بڑی فراخدلی اور نرمی سے نہ صرف اس پر کوئی اجرت لینے سے انکار کر دیا بلکہ اس قوم کی مدد کو ایک فرمانروا ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض منصبی سمجھا اور سخت محنت اور مشقت سے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے آہنی دیوار بھی بنا دی۔ یہاں اس قوم کے مذہب و مسلک کا امتیاز کیے بغیر حضرت ذوالقرنین کا ان سے مصیبت کو دفع کرنا اور ان کی بھلائی چاہنا رواداری کی بہترین مثال ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغی حکمتیں

موسیٰ علیہ السلام کا شمار اولوالعزم انبیائے کرام میں ہوتا ہے کیونکہ دعوت و تبلیغ میں انہیں بڑی تکالیف اٹھانا پڑیں۔ ان کا واسطہ فرعون عزیز مصر سے پڑا جس نے خود خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ اور انتہائی جابر و ظالم تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ○ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾[35]
"دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے سر اٹھایا تو اس سے نرم بات کہ اس امید پر کہ وہ دھیان دے اور ڈرے۔"

اس آیت میں موسی علیہ السلام کو بڑی حکمت اور دانائی کے ساتھ دعوت دینے کی تنبیہ کی جارہی ہے۔ باوجود اس کے کہ فرعون خدائی کا دعویدار تھا۔ اور اس کی اور اس کی قوم کی طرف سے نہ صرف موسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف جادوگر کہا گیا بلکہ (نعوذ باللہ) منحوس بھی شمار کیا گیا۔ لہذا اگر کسی فاسق وفاجر خدائی کا دعویٰ کرنے والے شخص کو دعوت وتبلیغ میں قرآن نرمی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے تو عام لوگ چاہے غیر مسلم ہوں اس رخاوت کے زیادہ اہل ہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں: جابر اور مقتدر لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب انہیں سختی سے نصیحت کی جائے تو مزید اکڑ جاتے ہیں اور ان کی انانیت انہیں حق قبول کرنے سے باز رکھتی ہے۔[36]

اس نرمی کی ایک اور مثال سورہ طٰہٰ میں یوں آئی ہے: ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ○ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾[37] "کیا تجھے اس طرف رغبت ہے کہ ستھرا ہو۔ اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ دکھاؤں کہ تو ڈرے۔"

موسیٰ علیہ السلام نے بڑے منطقی نداز سے فرعون کو دعوت فکر دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تو نہیں چاہتا کہ تجھے گناہوں سے پاک کیا جائے۔ یہ دعوت کا بڑا ہی خوبصورت اور دلنشیں انداز ہے کہ جس میں مخاطب کا باطل عقیدہ پر ہونا واضح ہے مگر پھر بھی اس کے عقیدے کو برا بھلا کہنے کے بجائے اس سے اظہار ہمدردی کی جارہی ہے۔ یہی قران کے دعوتی اسلوب کی شان ہے کہ وہ باطل پرستوں لعنت ملامت کرنے کے بجائے ان کے ساتھ نرمی اور رخاوت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں راہ نجات کی طرف بلاتا ہے۔ یحیٰ بن معاذ رازی لکھتے ہیں! جو شخص خدائی کا دعویٰ رکھتا ہو اس کے ساتھ اللہ کی نرمی کی یہ شان ہے تو جو خدا کو مانتا ہو اس کے ساتھ نرمی کا کیا حال ہو گا۔[38]

مخالفین کے انکار پر مختلف انبیائے کرام کا طرز عمل

حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی مشرک قوم کو دعوت دین دی تو انہوں نے جوابا انہی پر تہمت لگائی کہنے لگے: ﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾[39] "بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔"

حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ بھی ان کی قوم نے دعوت کے جواب میں یہی انداز اپنایا۔ کہنے لگے: ﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾[40] "ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔"

حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی سلوک کیا گیا قوم نے کہا: ﴿اِنَّا بِالَّذِىْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾[41] "جس پر تم ایمان لائے ہو ہمیں اس سے انکار ہے۔"

حضرت لوط علیہ السلام کو تو ان کی قوم نے شدید ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی کہنے لگے: ﴿اَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ﴾[42] "ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔"
شعیب علیہ السلام کو بھی ان کی قوم کی طرف سے شہر بدر کرنے کی دھمکی دی گئی الا یہ کہ وہ ان باطل پرستوں کے عقائد کو اپنا لیں۔ انہیں کہا گیا: ﴿لَنُخۡرِجَنَّكَ يٰشُعَيۡبُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَكَ مِنۡ قَرۡيَتِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِىۡ مِلَّتِنَا﴾[43] "اے شعیب! ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ۔"

مذکورہ امثال میں دیکھا گیا کہ انبیائے کرام کو دعوت دین کی راہ میں ہر طرح کی نفسیاتی، معاشرتی اور جسمانی ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے حکمت، موعظہ حسنہ اور احسن طریق خطاب کو ہی اپنا شعار بنائے رکھا ۔ بین المذاہب رواداری اور تحمل کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو گی۔ کہ مختلف مواقع پر غیر مسلموں کے مفتوح علاقوں میں ان کے معبد خانوں کو مسمار نہ کیا گیا۔

پیغمبر اسلام ﷺ کا دعوتی منہج واسلوب

درحقیقت داعیان حق انبیائے کرام تھے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین کے بعد آپ ﷺ کی امت کو یہ ذمہ داری تفویض ہوئی دعوت و تبلیغ امت محمدیہ کا خاصہ ہے۔[44] آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ میں جابجا مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بردباری اور تحمل کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر کسی مذہب میں انسانیت کی تکریم کیا ہو گی کہ جہاں دینی حدود کی خلاف ورزی ہوئی بحکم الٰہی آپ ﷺ نے جہاد و قتال بھی کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکارم اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ بنا کر بھیجا آپ ﷺ کی مودت ورحمت عام تھی۔ دعوت دین کے سلسلے میں آپ ﷺ کا تبلیغی انداز انتہائی شفقت و متانت پر مشتمل ہوتا- جبکہ منکرین پر بھی کوئی سختی نہ فرماتے اور انہیں اپنے مذہبی نظریات و عقائد کی پیروی میں مکمل آزادی ہوتی۔ نجران کے عیسائیوں نے جب مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے مصالحت کی درخواست کی تو پیغمبر اسلام ﷺ نے نہ صرف انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا بلکہ انہیں اپنے دین پر قائم رہنے کی اجازت، جان ومال کا تحفظ، معاشرتی آزادی بھی مرحمت فرمائی۔[45] پیغمبر اسلام ﷺ نے بین المذاہب رواداری کی اعلیٰ روایات و اقدار کو اپنی امت کے لئے بطور مثال پیش کیا کہ آپ ان غیر مسلم وفود کا انتہائی اکرام کرتے اور صحابہ کرام کو بھی تلقین کرتے کہ ان وفود کے جان ومال کا بھی خیال رکھا جائے اور انہیں تحائف دے کر روانہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ آٹھ ہجری میں جب اہل طائف سے مبارزت ہوئی تو دوران محاصرہ اہل طائف نے رسول اللہ ﷺ سے انکے علاقے کے درخت نہ

کاٹنے کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کر لیا اور ان کے باغات کو سلامت رہنے دیا۔ ہجری میں یمن کے علاقے رویفع بن ثابت البلوی کے رشتہ داروں کا ایک غیر مسلم وفد آپ ﷺ سے ملنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((مرحبا بك وبقومك)) یعنی "تمہیں اور تمہاری جماعت کو خوش آمدید۔"[46] یہ الفاظ بین المذاہب یگانگت اور موافقت ورواداری کے آئینہ دار ہیں۔

عصر حاضر میں دعوت دین میں تکریم انسانیت کے جذبے کا فقدان

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾[47] "(مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم منصب کا فریضہ سونپا ہے کہ وہ کلمۃ اللہ کی بلندی اور انسانیت کی تکریم وفلاح کی نیت سے انہیں دین اسلام کی طرف بلائے دعوتی تحریکیں، دینی جماعتیں، وعظ و تبلیغ تو موجود ہے مگر کیا وجہ ہے کہ دور حاضر میں یہ دعوت قلوب کو مسخر کرنے میں ناکام ہے، جذبہ انسانیت سے خالی ہے، درد دل اس میں پنہاں نہیں ہے؟ دراصل داعیین اسلام نے قرآن مجید کے تبلیغی اسلوب کے ضمن میں انبیائے کرام کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیا ہے جن کا مرکز محض انسانیت اور تکریم انسانیت تھا۔ جن کے دعوتی منہج میں خلوص شامل تھا۔ مولانا امین احسن اصلاحی مبلغین کے لئے کچھ تجاویز پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تبلیغ اسلام کے لیے درج ذیل شرائط کا ہونا لازمی ہے

* شہادت علی الناس بالفعل یعنی صحیح طریق اور صحیح محل میں مخاطب کے سامنے دعوت اپنا گہرا اثر رکھتی ہے جبکہ ذاتی مفاد سے بالاتر ہو۔ جیسے قرآن میں آیا: ﴿اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾
* قومی، گروہی عصبیت سے بالاتر ہو: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ﴾
* انفرادی و اجتماعی طور پر بلا خوف وخطر دعوت ہو۔ مثلاً ﴿وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ ان شرائط کو پورا کرنے کے بعد تبلیغ کے مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے۔[48]
* دعوت و تبلیغ کا پرزور جذبہ اور خواہش ہو۔[49] کیونکہ جب داعی میں دعوت حق کی پرزور خواہش ہو تو وہ اس راہ میں آنے والی رکاوٹوں اور تکالیف کو تحمل وبردباری سے برداشت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت دینے کا اختیار نہ اپنے انبیائے کرام کو دیا اور نہ ہی کسی اور کو۔ ہدایت وضلالت کو اختیار کرنا، مخاطب کی مرضی اور اللہ کی توفیق وتیسیر پر مبنی ہے۔ لیکن دعوت دین امت مسلمہ کا فرض اولین ہے جسے صحیح

معنوں میں ادا نہیں کیا جا رہا۔ قرآن مجید میں تبلیغ کا جو منفرد اسلوب پیش کیا گیا اور جس طرح انبیائے کرام نے اپنی جاندار تعلیمات اور عمل کے ذریعے مختلف مذاہب کے پیروکاروں تک احسن انداز میں پہنچایا اسی پر عمل پیرا ہو کر موجودہ دور میں اس فریضے کو بطریق احسن ادا کر کے مثبت نتائج کا حصول ممکن ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوا: ((إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ))[50] "بے شک اسلام اس حدیث کے جملے "وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ" سے استدلال یہ ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک پیغمبران علیہم السلام کے دعوتی طریق کو اختیار نہ کیا جائے۔ معاشرے میں بڑھتی ہوئی مذہبی منافرت، عدم برداشت اور فرقہ واریت کی وجہ سے پوری دنیا کے امن کو بڑا خطرہ لاحق ہے۔ اسلام امن کا دین ہے اور قرآنی پیغام تمام انسانیت کو وحدت و اجتماعیت کی طرف بلاتا ہے۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جو ہر مذہب کے پیروکاروں کو ایک قوم بنا سکتا ہے۔ قرآن کا تبلیغی منہج اتنی وسعت نظر اور ہمہ گیریت رکھتا ہے جس میں ہر انسان کو تکریم، معاشرتی خود ارادی اور آزادی اظہار رائے حاصل ہے جو اجسام کے بجائے قلوب کو مسخر کرتا ہے۔ انبیائے کرام نے قرآن کے پیغام کو جس حکمت اور مواعظت کے ساتھ لوگوں کے قلوب میں راسخ کیا وہ آج بھی مسلمانوں کے لیے قابل تقلید ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دعوت دین کے لیے انبیائے کرام کے اسلوب و طریق پر عمل کرتے ہوئے حکمت اور موعظۂ حسنہ کو اختیار کیا جائے۔ جو انسان کو شرف اور انسانیت کو تکریم عطا کرتا ہو۔

سفارشات وحاصلات

- اسلامی تاریخ میں مذہبی و لسانی تفریق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے علماء و صوفیاء کی طرف سے تکریم انسانیت اور انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کی کاوشیں عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے۔
- ہر انسان کے عقائد، مذہبی نظریات اور افکار کا احترام کیا جائے تاکہ معاشرے میں خلفشار اور بدامنی کا خاتمہ کیا جا سکے۔
- مذہب کی تبلیغ کی آڑ میں معاشرے میں فرقہ واریت کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ مذہبی رواداری کو فروغ دیتے ہوئے انبیائے کرام کا طرز تبلیغ اور اس کے مؤثر نتائج کو بطور مثال اپنایا جائے۔
- تعلیمی اداروں، عوامی اجتماعات اور مساجد میں مذہبی رواداری اور برداشت کو فروغ دینے کی مؤثر کوششیں کی جائیں بالخصوص تکریم انسانیت کے حوالے سے سیرت رسول ﷺ میں موجود شواہد کی پیروی کی جائے۔

- بالخصوص مبلغین اسلام دعوت دین میں نرم خو، مدلل طریق گفتگو، منطقی انداز بیان اختیار کریں۔
- تکریم انسانیت کو فروغ اور مؤثر بنانے کے لیے اسوہ انبیاء کی تبلیغی کاوشیں اور دعوتی اسلوب کا جدید دور کی تبلیغی کوششوں سے تقابلی مطالعہ جیسے موضوعات پر ایم۔فل اور پی۔ایچ ڈی کے مقالے لکھوائے جائیں۔

مستقبل میں صحابہ کرام و تابعین کی مؤثر تبلیغی مساعی اور طرز دعوت کا دین اسلام اور دیگر ادیان سے تقابلی جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے۔

حوالہ جات(References)

[1] نسیم امروہی، **نسیم اللغات**،(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۵۵ء)-۸۱۵

Nasîm Amrõhî, *Nasîm al-lughāt* (Lahore: sheikh ghulam ali sons,1995)-815

[2]. Encyclopedia of Britanica, (Incropedia Ready Reference,Encyclopedia of Britanica, 1974),10:400

[3] ڈاکٹر مبارک علی،، **تاریخ اور مذہبی تحریکیں**،(لاہور: فکشن ہاؤس،۱۹۹۸ء)-۱۰۱

Dr.Mubārak Ali,*Taríkh ur mazhabí tehríken*(Lahore: Fiktion house1998)-101

[4] القرآن،۲:۲۵۶

Al-Qurān,2:256

[5] رئیس احمد جعفری، مولانا، **اسلام اور رواداری**،(لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ،۱۹۵۵ء)-۵۵

Raís ahmad j'afrí, molānā, *Islām or rawadāri*(Lahore: idara saqafat e islamia1955)-55

[6] القرآن،۴:۹۵

Al-Qurān,4:95

[7] القرآن،۳۲:۳۳

Al-Qurān,32:33

[8] محمد سرور بن نایف ذین العابدین، **دعوت الی اللہ اور انبیائے کرام کا طریق کار**، مترجم: محمد خالد سیف،(اسلام آباد: طارق اکیڈمی) ۱۳-

Mohammad sarver bin nāyef zain ulābidāyn, *Dawet ilallāh ur anbeyā karām ka tariqa kār*,Translator:Mohammad Khalid saif(Islamabad: Tariq academy)-13

[9] القرآن،۶:۵۲

Al-Qurān,6:52

[10] شہاب الدین السید محمود آلوسی ، **تفسیر روح المعانی فی التفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی** (بیروت:دارالاحیاء التراث، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)-۷:۱۵۹

Shahābuldín alsyed mehmõd āalõsi,*Tafsír rõhulm'ání fi altafsíralqurānalzím wa alsab' almasāní*(Baroot: dar ul ahyaalturas1985)7:189

[11] القرآن،۲:۲۵۶

Al-Qurān,2:256

[12] **تفسیر ابن عباس**، مترجم: حافظ محمد سعید احمد عاطف،(لاہور: علی فرید پرنٹرز،۲۰۰۹ء)۱:۱۵۵

Tafsír Ibn e abbas,Translator: Hāfiz Mohammad saíd(Lahore: alifreed printers2009)1:155

[13] مولانا وحید الدین خان، **دعوت اسلام: دعوتی وتعارفی مضامین**،(لاہور: دار التذکیر) ص-۶۰

Molānā wahíduldín khān, *Dawet e islām:t'aarufī mazāmín*(Lahore: dar ultazkeer)-60

[14]القرآن،۶:۱۰۸

Al-Qurān,6:108

[15]القرآن،۲۱:۶۶

Al-Qurān,21:66

[16]القرآن،۱۶:۱۲۵

Al-Qurān,16:125

[17]مولانا ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی، **مصباح اللغات**،(لاہور: مکتبہ زید بن ثابت)-۱۶۹

Molānā Abúalfazal Abdulhafíz bilyāvi, *Misbāhullughāt,* (Lahore:maktabah zaid bin sābit)169

Ibid:955[18]

[19]حسین محمد راغب اصفہانی، علامہ، **المفردات**،(مکہ: مطبوعہ مکتبہ النزار مصطفی الباز، ۱۴۱۸ھ)-۱:۱۶۸

Husain Mohammad rāghib asfahání, *Almufradāt,* (Makkah:maktaba alnazār mustafā albāz 1997)1:168

[20]شیخ اسماعیل حقی، **تفسیر روح البیان**(لبنان: دار الاحیا التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء)-۵:۱۱۸

Sheikh Ismā'il haqqí,*Tafsír rõõhulbayān* (Lubnan: dār ahyāulturāthalarabí,2001)5:118

[21]ابوالفداء حافظ عماد الدین ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**(ریاض: دار السلام، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء)،۲:۷۸۱۔

Abú alfidā hafiz ammāduldín ibn kathír,*Tafsí alqurānalzím* (Rayāth :darusalām, 1998)2:78

[22]محمد تقی عثمانی، **آسان ترجمہ قرآن**(کراچی: مکتبہ معارف القرآن)-۲:۱۱۰۲

Muftí Mohammad taqí Usmānī, *Asān tarjama ulqurān* (Karachi:maktabah m'arifulqurān)2:1102

[23]القرآن،۲۶:۷۹

Al-Qurān,26:79

[24]القرآن،۳۷:۵۰

Al-Qurān,37:50

[25]فخر الدین رازی، امام، **التفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب**(بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)-۱۴:۱۵۸

Fakharudín rāzí, *altafsíralkabír w mafātíhulghāib* (Barõt:dāralkutub alilmiya 2004)14:158

[26]القرآن،۵۶:۱۸

Al-Qurān,56:18

[27]سید ابوالاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن**(لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۱۳ء)-۳:۳۳

Syedabúlalā modõõdí, *Tafhím ulqurān* (Lahore:idarah tarjumānulqurān2013)3:33-

[28]القرآن،۵۲:۲۵

Al-Qurān,52:25

[29]محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا، **معارف القرآن**(کراچی: ادارۃ المعارف،۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء)-۶:۴۸۵

Muhammad Shafí oukarrví, *Māarifulqurān* (Karachi: idarah alm'ārif 2014)6:485

[30]امام ابن تیمیہ، **الامر بالمعروف والنھی عن المنکر**، مترجم: رانا خالد مدنی(لاہور: ادارہ اشاعت اسلام ۲۰۰۶)ص-۵۵

Imām ibn taymiya, *Alamr bilm'rufwalnahí anilmunkir*.Translator:Rānā Khālid madaní (Lahore; idāra isha'atulislām2006)-55

[31]القرآن،۲۷:۳۰

Al-Qurān,30:27

[32]القرآن،۲۷:۳۱

Al-Qurān,31:27

[33]جلال الدین سیوطی، علامہ، **درمنثور**(قاہرہ: مرکز ہجر للبحوث الدراسات العربیہ والاسلامیہ،۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)-۱۱:۳۵۹

Jalāluldín sayútí,*Dur e mansúr* (Qahira: markaz hijr lilbahúth aldirāsāat alarabiah walislāmiah2003)11:359

[34]القرآن،۹۵:۱۸

Al-Qurān,95:18

[35]القرآن،۲۰:۴۴-۴۳

Al-Qurān,20:44-43

[36]غلام رسول سعیدی، علامہ، **تبیان القرآن**(لاہور: فرید بک سٹال،۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء)-۷:۳۷۶

Ghulām rasõl s'edí,*Tibyānulqurān* (Lahore:Faríd Bookstāl 2003)7:376

[37]القرآن،۷۹:۱۸-۱۹

Al-Qurān,79:19-18

[38]عبدالرحمٰن بن محلی جوزی، ابوالفرج، **زادالمسیر**(بیروت: مطبوعہ مکتبہ اسلامی،۱۴۰۷ھ)-۵:۲۸۷

Abdulrehmān bin muhallí juzí, *zādulmasír* (Barõõt:maktabah islāmí1986)5:287

[39]القرآن،۷:۶۰

Al-Qurān,7:60

[40]القرآن،۷:۶۱

Al-Qurān,7:61

[41]القرآن،۷:۷۶

Al-Qurān,7:76

[42]القرآن،۷:۸۲

Al-Qurān,7:82

[43]القرآن،۷:۸۸

Al-Qurān,7:88

[44]ڈاکٹر عبد الکریم زیدان، **دعوت دین**، مترجم: گل زادہ شیر پاؤ(لاہور: البدر پبلیکیشنز،۲۰۱۰)-۴۸۳

Dr.Abdulkarím zeydān, *Dawet e dín*, translator: Gul zadah sherpao(Lahore: albader publikeshonz2010)-483

[45]ابو محمد عبد الملک بن ہشام، **سیرت ابن ہشام**(لاہور: مقبول اکیڈمی،۱۹۸۵ء)-۳۲۲

Abú muhammad abdumalik bin hashām, *Sirat ibn hashām*, (Lahore: maqbõõl academy1985)-322

[46]ابو عبد اللہ ابن، **زاد المعاد فی ہدی خیر العباد** قیم، مترجم: رئیس احمد جعفری(کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۹۰ء)۳:۲۱۴

Abú Abdullah ibn qyyem, *Zād ulm'ād,* Translator;Raís Ahmed j'afrí(Karachi: Nafís acadmy1990)3:214

[47]القرآن ۳:۱۱۰

Al-Qurān,3:110

[48]امین احسن اصلاحی، **دعوت دین کی اہمیت اور تقاضے**(اسلام آباد: دعوہ اکیڈمی انٹر نیشنل یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء)۱۸،۱۹

Amín Asan Islāhí, *Dawet dín ki ahmeyat ur taqāzey* (Islamabad: Dawh academy International University 2010)19-18

[49] Ibid:36

[50]مسلم بن حجاج القشیری، امام، **صحیح مسلم**(کراچی: قدیمی کتب خانہ1956)۱:۸۴

Muslim bin hajjāj alqusherí, *Sahih muslim* (Karachi: qadímí Kutub Khana)1:84